آداب طعام اور ان کی معنویت

ـــــــــــ سیّد جلال الدّین عمری

کھانے سے پہلے وضو

حدیث شریف میں آتا ہے۔

برکۃ الطعام الوضوء قبلہ والوضوء بعدہٗ [۱]	کھانے کی برکت یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی وضو ہو اور اس کے بعد بھی۔

کھانے سے پہلے وضو کا محسوس فائدہ یہ ہے کہ اس سے موتھ اور ہاتھ جن سے کھانے میں مدد لی جاتی ہے دھل جاتے ہیں۔ یہ صحت کے پہلو سے ضروری ہے تاکہ غذا کے ساتھ گندگی پیٹ میں نہ جانے پائے، وضو میں بعض اور اعضاء بھی دھلتے ہیں ان کا بظاہر کھانے سے تعلق نہیں ہے یہ وہ اعضاء ہیں جو بالعموم کھلے رہتے ہیں اور کام کاج میں میلے ہوتے ہیں۔ ان کا دھونا مشکل نہیں ہے۔ وہ بھی اگر کھانے سے پہلے دھل جائیں تو ایک طرح کی تازگی اور نشاط کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، کھانے کی طرف رغبت بڑھتی ہے اور جسم پر اس کے خوش گوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

وضو کا اصل فائدہ روحانی ہے۔ اس کے ذریعہ خدا سے تعلق پیدا ہوتا اور یہ احساس ابھرتا ہے کہ غذا سے ملنے والی طاقت و توانائی کو خدا کی عبادت میں صرف ہونا چاہیے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ کھانا اگر اس مقصد سے ہو کہ دینی کاموں میں استعانت حاصل کی جائے تو یہ عبادت ہے اس لیے اس کا حق ہے کہ نماز سے

---

[۱] ابوداؤد، کتاب الاطعمہ، باب فی غسل الید قبل الطعام۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ امام ترمذی اس کے ایک راوی قیس بن ربیع کے بارے میں فرماتے ہیں "یضعف فی الحدیث" یعنی وہ روایت حدیث میں کم زور مانا جاتا ہے۔ ابواب الاطعمہ، باب الوضوء قبل الطعام و بعدہ

پہلے جس طرح وضو کیا جاتا ہے اسی طرح کھانے سے پہلے وضو کیا جائے[1]

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر وضوء کے کھانا تناول فرمایا ہے:۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت سے فارغ ہو کر پہاڑ کی گھاٹی سے نکلے، ہمارے سامنے ڈھال پر کھجور رکھے تھے، ہم نے دعوت دی، آپ شریک ہو گئے اور پانی استعمال نہیں فرمایا[2]

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ہاتھ میں گندگی نہ ہو اور وہ صاف ہو تو کسی چیز کے کھانے کے لیے اسے دھونا ضروری نہیں ہے۔ بغیر ہاتھ دھوئے بھی کھایا جاسکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر تشریف لائے، آپ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا۔ وضو کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ کیا مجھے نماز پڑھنی ہے کہ وضو کروں؟[3]

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا اجماع ہے کہ (کھانے کے لیے وضو ضروری نہیں ہے) جس شخص کا وضو نہیں ہے وہ کھا پی سکتا ہے۔ اس میں کوئی کراہت نہیں ہے[4]

اوپر کی جس حدیث میں کھانے سے پہلے وضو کا ذکر ہے اس کی سند کمزور ہے لیکن اگر اسے نظر انداز کر دیا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ بغیر وضو کے کھانا پینا ناجائز تو نہیں ہے البتہ وضو کو پسندیدہ یا مستحب کہا جاسکتا ہے۔ اس حدیث میں اور اس کے علاوہ بعض اور احادیث میں کھانے کے بعد بھی وضو کا ذکر ہے لیکن اس کی فقہی اور قانونی حیثیت کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ اس پر مضمون کے آخر میں کسی قدر تفصیل سے بحث آرہی ہے۔

---

[1] احیاء علوم الدین : ۳/۳

[2] ابوداؤد، کتاب الاطعمہ، باب فی طعام الفجاء۔

[3] مسلم، کتاب الحیض، باب جواز اکل المحدث الطعام

[4] نووی: شرح مسلم ج ۲ جزء ۴ ص ۶۹

کھانے کے بعد موتھ اور ہاتھ صاف کرنا

کھانے کے بعد موتھ اور ہاتھ کی صفائی ضروری ہے۔ ہاتھ صاف نہ ہو تو اس پر گندگی جمع ہوگی اور جلد متاثر ہوگی۔ موتھ کی صفائی میں بے احتیاطی سے دانتوں کو نقصان پہونچ سکتا ہے۔ اسلام ان سب باتوں کو اہمیت دیتا ہے۔ خاص طور پر رات کے کھانے کے بعد صفائی کے اہتمام کی تاکید کی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الشیطان حساس	بے شک شیطان بڑا احساس اور
لساس فاحذروہ علی انفسکم	چاٹنے والا ہے۔ جس شخص کے ہاتھ
من بات وفی یدہ ریح غمر	میں رات کو سوتے وقت گوشت کی
فاصابہ شیء فلا یلومن	بو موجود ہو اور اسے کوئی تکلیف پہونچے
الا نفسہ [1]	تو وہ اپنے آپ ہی ملامت کرے۔

اس میں کھانے کے بعد ہاتھ صاف کیے بغیر سونے سے منع کیا گیا ہے اور اس کے ممکنہ نقصان کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ کھانے کی بو ہاتھ میں رہ جائے تو کوئی کیڑا مکوڑا کاٹ سکتا ہے۔ اس طرح کی کوئی تکلیف پہونچے تو آدمی کو اپنے ہی اوپر ملامت کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ یہ سراسر اس کی غفلت کا نتیجہ ہے۔ اس میں کسی اور کا دخل نہیں ہے۔ ہاتھ پر میل اور چکنائی کے جمع رہنے سے جراثیم پرورش پاسکتے ہیں۔ اس سے جلدی امراض کا خطرہ رہتا ہے۔

رات میں موتھ ہاتھ دھو کر اور دانت صاف کر کے سونا طبی لحاظ سے کئی پہلوؤں سے مفید ہے۔ یہ شریعت کے منشا کے بھی عین مطابق ہے۔ ان احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس کی بہتر اور جامع شکل وضو ہے۔ حدیث میں اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ آدمی وضو کے ساتھ اور اللہ کا ذکر کرتے ہوئے سوئے [2]

---

[1] ابوداؤد، کتاب الاطعمہ، باب غسل الید من الطعام

[2] حضرت براء بن عازبؓ کی روایت ہے، کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے =

تین انگلیوں سے کھانا

حضرت ابی بن کعبؓ کی روایت ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاکل بثلاث اصابع ویلعق یدہ قبل ان یمسحہا[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور اپنا ہاتھ (انگلیاں) صاف کرنے سے پہلے زبان سے چاٹ لیا کرتے تھے۔

= ارشاد فرمایا: اذا اتیت مضجعک فتوضأ وضوءک للصلوٰۃ ثم اضطجع علی شقک الایمن ثم قل اللھم أسلمت وجھی الیک والجأت ظھری الیک رغبۃ ورھبۃ الیک لاملجا ولا منجأ الا الیک اللھم آمنت بکتابک الذی انزلت وبنبیک الذی ارسلت فان مت من لیلتک فانت علی الفطرۃ واجعلھن آخر ما تتکلم۔ بخاری کتاب الوضوء، باب فضل من بات علی الوضوء، مسلم کتاب الدعوات، باب الدعاء عند النوم۔ (اے اللہ میں نے اپنے آپ کو تیرا مطیع و فرمانبردار بنا دیا ہے، اپنا معاملہ تیرے حوالہ کر دیا ہے، تجھ پر تکیہ اور بھروسہ کیا ہے۔ تیرے ثواب کی امید بھی ہے اور تیرے عذاب کا خوف بھی لگا ہے تیرے سوا کوئی جائے پناہ اور کوئی جائے نجات نہیں ہے۔ پناہ ملے گی تو تیرے ہی دامن میں ملے گی۔ میں ایمان لاتا ہوں تیری اس کتاب پر جو تو نے نازل کی ہے، تیرے نبی پر جسے تو نے بھیجا ہے (فرمایا) رات میں تمہاری گفتگو اسی دعا پر ختم ہو۔ اگر اس رات میں تمہاری موت واقع ہو جائے تو تم فطرت یعنی اسلام پر مروگے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر تم زندہ اٹھے تو خیر اور بھلائی تمہیں نصیب ہوگی۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دعا کے کلمات دہرائے تاکہ وہ یاد ہو جائے۔ آخر میں 'برسولک الذی ارسلت' کہا تو آپ نے فرمایا نہیں 'بنبیک الذی ارسلت' کہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو صحابہ کرامؓ حرز جان بنائے رکھتے تھے۔ اس روایت سے ضمناً یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بعض باتیں صحابہ کرامؓ کو اپنے خاص الفاظ میں بھی یاد کرائیں۔

[1] مسلم، کتاب الاشربہ، باب لعق الاصابع۔ ابوداؤد، کتاب الاطعمہ، باب فی المندیل

طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ تین انگلیوں سے مراد انگوٹھا، انگشت شہادت اور درمیانی انگلی ہے[1]

یہ حدیث بتاتی ہے کہ کھانے میں ہاتھ کو کم سے کم آلودہ ہونا چاہیے۔ جو غذا تین انگلیوں سے کھائی جا سکتی ہے اس کے لیے پانچوں انگلیوں کا استعمال کرنا پاکی صفائی کے منافی ہے اور ذوق پر گراں گزرتا ہے۔

مسلم شریف میں اس مفہوم کی کئی روایتیں ہیں۔ ان کے ذیل میں امام نووی فرماتے ہیں کہ ان سے متعدد سنتوں کا ثبوت ملتا ہے۔ ایک بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ تین انگلیوں سے کھانا مستحب ہے۔ چوتھی اور پانچویں انگلی اس وقت استعمال کی جائے گی جبکہ ضرورت پیش آئے جیسے شوربا وغیرہ ہے کہ تین انگلیوں سے کھایا نہیں جا سکتا یا اسی طرح کا کوئی عذر ہو (جس میں تین سے زیادہ انگلیاں استعمال کرنی پڑتی ہیں)[2]

دسترخوان کا استعمال

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔

ما علمت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکل علی سکرجۃ قط ولا خبز لہ مرقق قط ولا اکل علی خوان قط قیل لقتادۃ فعلی ما کانوا یأکلون قال علی السفر[3]	مجھے نہیں معلوم کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چھوٹے پیالہ میں کھانا کھایا ہو آپ کے لیے کبھی پتلی اور نرم و ملائم روٹی تیار کی گئی ہو (اور آپ نے کھائی ہو) اور آپ نے کبھی 'خوان' استعمال کیا ہو۔ حدیث کے راوی حضرت قتادہ سے سوال کیا گیا کہ پھر کس چیز پر آپ اور آپ کے صحابہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ فرمایا دسترخوان پر۔

---

[1] فتح الباری: ۹/ ۵۷۹

[2] نووی: شرح مسلم ج ۵ جز ۱۳ ص ۲۰۳-۲۰۴

[3] بخاری، کتاب الاطعمہ، باب الخبز المرقق والاکل علی الخوان والسفرۃ۔ نیز ملاحظہ ہو باب ماکان النبیؐ واصحابہ یأکلون

حدیث میں "سکرجۃ" کا لفظ آیا ہے، جو چھوٹے پیالہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس کے عدم استعمال کے متعدد وجوہ بیان کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ آپ کے دور میں اس کا رواج نہ تھا۔ دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتی ہے کہ اہل عرب اجتماعی طور پر اور مل جل کر ایک برتن میں کھانے کے عادی تھے۔ الگ الگ پیالوں میں کھانے کا رواج نہ تھا۔ ایک بات یہ بھی کہی گئی ہے کہ چھوٹے پیالے یا پیالیاں کھانے کے لیے نہیں بلکہ ایسی دواؤں یا جوارشات کے لیے استعمال کی جاتی تھیں جو ہاضم ہوں۔ وہ اس قدر پیٹ بھر کے کھانے کے عادی نہ تھے کہ ان کو دواؤں کی ضرورت پیش آتی[1]

حدیث میں کہا گیا ہے کہ آپ نے کبھی 'خوان' استعمال نہیں فرمایا۔ 'خوان' اب ہر طرح کے دسترخوان کو کہا جاتا ہے لیکن یہاں ایک خاص قسم کے 'خوان' کا ذکر ہے۔ اس کی شکل یہ تھی کہ تانبہ کے بڑے طبق یا سینی کو تانبہ ہی کی چوکی پر جڑ دیا جاتا تھا۔ اس پر پیالے ہوتے تھے تاکہ انواع واقسام کے کھانے نکالے جاسکیں۔ یہ کافی بھاری ہوتا تھا اسے ایک سے دو آدمی اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے تھے[2]

اس طرح کے خوان، دنیادار اور عیش پرست اصحابِ ثروت استعمال کرتے تھے۔ آپ اور آپ کے صحابہ جس طرح کی زندگی گزار رہے تھے اس میں اس کی گنجائش نہ تھی۔ راوی حدیث قتادہ کہتے ہیں کہ وہ کھانے کے لیے 'سفرہ' استعمال کرتے تھے 'سفرہ' عام دسترخوان کو کہا جاتا ہے۔ یہ بالعموم چمڑے کا ہوتا تھا۔ اسے فرش پر بچھا کر کھانا کھایا جاتا تھا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کھانے کیلئے تپائی یا چوکی وغیرہ استعمال کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب امام غزالی نے یہ دیا ہے کہ کھانا زمین پر رکھ کر کھانا یا زمین پر دسترخوان بچھا کر کھانا سنت سے قریب ہے۔ اس میں تواضع اور

---

[1] فتح الباری: ۵۳۲/۹

[2] عینی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: ۱۴۰/۱۷

خاکساری بھی ہے۔ لیکن "مائدہ" (تپائی یا اس جیسی اونچی چیز) پر کھانا ممنوع یا مکروہ نہیں ہے، اس لیے کہ اس کی ممانعت ثابت نہیں ہے۔ یہ بدعت بھی نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شروع ہوئی ہے، اسے بدعت نہیں کہا جاتا، بلکہ بدعت وہ ہے جو سنت ثابتہ کے خلاف ہو اور جو کسی امر شرعی کو ختم کر دے، جب کہ اس کی علت موجود ہو۔ بعض اوقات تو اسباب کے بدلنے پر نئی چیزیں ایجاد کرنی پڑتی ہیں۔ مائدہ صرف اس لیے ہے کہ کھانے کو ذرا اونچا رکھا جائے تاکہ کھانے میں آسانی ہو۔ اس طرح کی چیزوں میں کوئی کراہت نہیں ہے[۱]۔

اس سے میز کرسی پر کھانے کا بھی جواز نکلتا ہے۔

دانتوں سے نوچ کر گوشت کھانا

کھانا ہاتھ سے کھانا اور اس طرح کھانا کہ زیادہ سے زیادہ لعاب دہن اس کے ساتھ پیٹ میں پہونچے ہضم میں معاون ہے۔ احادیث میں اس کی طرف اشارے ملتے ہیں۔ حضرت صفوان بن امیہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انهسوا اللحم نهسا	گوشت کو دانتوں سے نوچ کر کھاؤ
فانه اهنأ و امرأ[۲]	اس لیے کہ یہ زیادہ لذیذ اور ہضم میں معاون ہوتا ہے۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

كنت آكل مع النبي	میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صلى الله عليه وسلم فآخذ	کے ساتھ کھانے میں شریک تھا۔ اپنے
اللحم بيدي من العظم	ہاتھ سے گوشت کو ہڈی سے الگ
فقال أدنِ العظم من	کر کے کھا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا ہڈی

---

[۱] احیاء علوم الدین: ۳/۲

[۲] ترمذی، ابواب الاطعمہ، باب ماجاء انھشوا اللحم نھشا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس کے ایک راوی عبد الکریم پر محدثین نے جرح کی ہے۔

فیدث فانه اھنأ و امرء [1]	کو اپنے موتھ سے قریب کرو (اور دانتوں سے گوشت نکال کر کھاؤ) یہ زیادہ مزیدار اور ہضم میں بہتر ہے۔

یہ دونوں روایتیں سند کے لحاظ سے کم زور ہیں لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن ابی عاصم نے بھی اسے حضرت صفوان سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے[2]۔ اس کی حکمت واضح ہے۔ گوشت کو ہڈی سے دانتوں کے ذریعہ آسانی سے الگ کیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ گوشت کو دانتوں سے نوچ کر کھانے میں دانتوں کا عمل بڑھ جاتا ہے اور لعاب دہن زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ نوک زبان پہلے ہی مرحلہ میں اس کی لذت بھی محسوس کرنے لگتی ہے۔

کھانے کے لیے چھری کا استعمال

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لاتقطعوا اللحم بالسکین	گوشت کو چھری سے کاٹ کر نہ
فانه من صنیع الاعاجم و	کھاؤ، اس لیے کہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے
انھسوہ فانه اھنأ و امرأ [3]	بلکہ اسے دانتوں سے نوچ کر کھاؤ یہ زیادہ لذیذ بھی ہے اور جلد ہضم بھی ہوتا ہے۔

یہ حدیث کم زور ہے لیکن جہاں تک گوشت کو دانتوں سے نوچ کر کھانے کا تعلق ہے اس کی تائید اوپر کی احادیث سے ہوتی ہے البتہ چھری کے استعمال کی ممانعت صحیح روایات کے خلاف ہے۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں بکری کا شانہ تھا۔ آپ اسے چھری سے کاٹ کر

---

[1] ابوداؤد، کتاب الاطعمہ، باب فی اکل اللحم۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو مرسل قرار دیا ہے۔

[2] فتح الباری: ۹/۵۴۷ [3] ابوداؤد، کتاب الاطعمہ، باب فی اکل اللحم۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں یہ حدیث قوی نہیں ہے۔ امام نسائی فرماتے ہیں کہ اس کے ایک راوی ابومعشر نے بہت سی منکر احادیث روایت کی ہیں یہ انہی میں سے ایک ہے۔ اس مفہوم کی ایک روایت طبرانی میں ہے لیکن اس کے ایک راوی عباد بن کثیر کو محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ عینی: عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: ۱۷/۱۵۷

تناول فرمارہے تھے کہ اتنے میں اذان ہوگئی۔ آپ نے چھری رکھ دی اور نماز کے لیے تیار ہوگئے۔ وضو نہیں فرمایا[1]

اس حدیث کے ذیل میں امام نووی فرماتے ہیں۔

اس میں گوشت کو چھری سے کاٹ کر کھانے کا جواز ہے۔ گوشت سخت ہو یا اس کا ٹکڑا بڑا ہو تو اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ بلا وجہ چھری کا استعمال ناپسندیدہ ہے[2]

امام بغوی فرماتے ہیں۔

اہل علم نے اس بات کو پسندیدہ قرار دیا ہے کہ گوشت کو نوچ کر کھایا جائے اس میں تواضع اور کبر سے اجتناب اور دوری ہے۔ چھری سے کاٹ کر کھانا مباح ہے[3]

علامہ ابن حزم کی رائے اس کے خلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ چھری سے کاٹ کر گوشت کھانا پسندیدہ ہے۔ اسی طرح چھری سے کاٹ کر روٹی کھانا بھی ناپسندیدہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس سلسلہ میں کوئی صریح ممانعت نہیں آئی ہے[4]

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پنیر پیش کیا گیا۔ آپ نے چھری طلب فرمائی اور اللہ کا نام لے کر اسے کاٹا[5]

صفائی کے لیے صابن کا استعمال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مبارک میں صابن کا ذکر نہیں ملتا۔ بعد میں اشنان کا استعمال شروع ہوا۔ 'اشنان' ایک گھاس کا نام ہے جو صابن کی طرح میل کچیل دور کرتی اور کپڑے کو صاف کرتی ہے۔ کھانے کے بعد ہاتھ صاف کرنے کے لیے بھی اس کا استعمال ہوتا تھا۔ امام غزالی فرماتے ہیں ہاتھ صاف کرنے

---

[1] بخاری، کتاب الاطعمہ، باب قطع اللحم بالسکین۔ مسلم، کتاب الحیض، باب الوضوء مما مست النار

[2] شرح مسلم: جلد ۲ جزء ۴ ص ۴۴ [3] بغوی: شرح السنہ ۱۱/۲۹۸

[4] عینی: عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: ۱۷/۱۵۷

[5] ابو داؤد، کتاب الاطعمہ، باب فی اکل الجبن۔

کے لیے اشنان کا استعمال بدعت یا ناپسندیدہ نہیں پسندیدہ ہے ۔ اس لیے کہ نظافت کے لیے غسل مستحب ہے ۔ اشنان سے یہ مکمل طریقہ سے حاصل ہوتا ہے ۔ اس میں شک نہیں، صحابہ کے دور میں اس کا استعمال نہیں ہوتا تھا اس کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ وہ اس کے عادی نہ ہوں، یا یہ کہ یہ انھیں میسر ہی نہ رہی ہو اسکا بھی امکان ہے کہ وہ زیادہ اہم کاموں میں مشغولیت کی وجہ سے اس کی طرف توجہ نہ دیتے ہوں ۔ ان کی زندگی سادہ تھی ۔ کھانے کے بعد وہ ہاتھ اپنے بازووں اور پیروں پر پھیر لیتے تھے[1]

تولیہ کا استعمال

امام غزالیؒ نے صحابہ کرامؓ کی سادگی کا جو ذکر کیا ہے اس کا ثبوت حدیث کی کتابوں میں موجود ہے ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پکی ہوئی غذائیں ہم لوگوں کو کم ہی دستیاب تھیں، تولیہ کا استعمال بھی نہیں تھا ۔ بخاری کی روایت ہے :

قد كنا زمان النبي	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
صلی اللہ علیہ وسلم لانجد	زمانہ میں پکے ہوئے کھانے کم ہی ملا
مثل ذلك الطعام الاقليلا	کرتے تھے ۔ جب اس طرح کا کھانا
فاذا نحن وجدناه لم	مل جاتا تو ہمارے پاس (ہاتھ صاف
يكن لنا مناديل الا	کرنے کے لیے) تولیے نہیں ہوتے
اكفنا وساعدنا واقدامنا	تھے ۔ ہمارے تولیے، ہمارے ہاتھ،
ثم نصلي ولا نتوضأ[2]	ہمارے بازو اور ہمارے پیر تھے (ان
	ہی پر ہاتھ پھیر لیا کرتے تھے) اس کے
	بعد نماز پڑھتے اور وضو نہیں کرتے تھے ۔

ہو سکتا ہے ابتدائی دور میں یہ کیفیت رہی ہو یا اس کا تعلق ایسی غذا سے

---

[1] احیاء علوم الدین : ۳/۲/۳

[2] بخاری، کتاب الاطعمہ، باب المندیل

ہو جس میں تولیہ کے استعمال کی ضرورت نہ پیش آئے، اس لیے کہ حضرت جابرؓ ہی کی بعض دوسری روایات میں تولیہ کا ذکر ملتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کھاتے وقت لقمہ ہاتھ سے گر پڑے تو اسے صاف کر کے کھا لیا کرو۔ شیطان کے لیے اسے چھوڑ نہ دو۔

ولا یمسح یدہ بالمندیل حتیٰ یلعق اصابعہ فانہ لایدری فی ای طعامہ البرکۃ[1]	کوئی شخص اپنا ہاتھ رومال سے اس وقت تک صاف نہ کرے جب تک کہ وہ اپنی انگلیوں کو موتھ سے چوس نہ لے۔ اس لیے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔

امام نووی اس موضوع سے متعلق احادیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ ان سے بہت سی سنتوں کا ثبوت ملتا ہے۔

منہا جواز مسح الید بالمندیل لکن السنۃ ان یکون بعد لعقہا[2]	ایک بات یہ بھی نکلتی ہے کہ رومال سے ہاتھ پونچھنا اور صاف کرنا جائز ہے۔ لیکن سنت یہ ہے کہ یہ انگلیوں کو چوسنے کے بعد ہو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانے کے بعد صفائی کے لیے تولیہ کا استعمال ہوتا تھا، اس لیے اس کے جواز میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت فرمائی کہ جوٹھی انگلیوں کو چوسنے کے بعد تولیہ سے انھیں صاف کیا جائے تاکہ انگلیوں میں لگا ہوا کھانا ضائع نہ ہو اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ اسی میں اللہ نے

---

[1] مسلم، کتاب الاشربہ، باب استحباب لعق الاصابع ومصہا قبل ان یمسح بالمندیل۔ بخاری وغیرہ میں اس کی ہم معنی روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے آئی ہے اس میں ہاتھ صاف کرنے کا تو ذکر ہے لیکن کا ذکر نہیں ہے البتہ امام بخاری نے عنوان میں مندیل کا لفظ استعمال کیا ہے، کتاب الاطعمہ، باب لعق صابع ومصہا قبل ان یمسح بالمندیل۔ یعنی تولیہ سے انگلیوں کو صاف کرنے سے پہلے انھیں چوس لیا جا

[2] شرح مسلم ج ۵ جز ۱۳ ص ۲۰۴-۲۰۵

برکت رکھی ہو۔ اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ سنا ہوا ہاتھ تولیہ سے صاف کیا جائے تو اس سے تولیہ زیادہ گندہ ہوگا۔ یہ تہذیب اور صفائی کے خلاف ہے۔ بہرحال اس سے ہاتھ صاف کرنے کے لیے تولیہ یا کسی بھی جاذب چیز کے استعمال کا ثبوت ملتا ہے۔

مرغن اور چکنی غذاؤں کے استعمال کے بعد صرف تولیہ یا جاذب کے ذریعہ موبنھ ہاتھ پوری طرح صاف نہیں ہوتے، اس کے لیے پانی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ کھانے کے بعد ہاتھ میں چکنائی یا گوشت کی بو نہیں ہونی چاہیے۔ اور اس کے مضرات سے آگاہ کیا گیا ہے۔ ان دونوں طرح کی حدیثوں کے پیش نظر قاضی عیاض کہتے ہیں کہ تولیہ سے ہاتھ صاف کرنے کا جن احادیث میں ذکر ہے ان کا تعلق ایسے کھانوں سے ہے جن کے کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کی ضرورت نہیں پیش آتی (مرغن غذائیں اس میں نہیں آئیں، جیسے) گوشت کے کھانے سے چکنائی لگ جاتی ہے یا ہاتھ میں اس کی بو رہ جاتی ہے، ایسی صورت میں ہاتھ دھونے کی ترغیب ہے اور کہا گیا ہے کہ اس میں غفلت اور کوتاہی سے نقصان پہونچ سکتا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ اس پر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا منشا یہ ہے کہ کھانے کے بعد جوٹھی انگلیوں کو جب تک چوس نہ لیا جائے انھیں دھویا نہ جائے یا تولیہ سے صاف نہ کیا جائے، تاکہ جس برکت کا ذکر ہوا ہے وہ حاصل ہو۔ حدیث میں صراحت ہاتھ کے دھونے یا تولیہ سے صاف کرنے کی نہیں جوٹھی انگلیوں کے چوسنے کی ہے۔ ہاں بعض اوقات انگلیوں کے چوسنے کے بعد ہاتھ دھونا پسندیدہ ہوگا تاکہ کھانے کی بو زائل ہو جائے۔ قاضی عیاض نے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے وہ اسی پر محمول کی جائے گی۔[1]

کھانے کے بعد انگلیوں کو چوسنے کا حکم اپنی جگہ ہے۔ اس کے بعد ہاتھ کبھی تولیہ یا جاذب سے صاف ہو سکے گا اور کبھی اس کے لیے پانی کی ضرورت ہوگی۔ جہاں پانی کی ضرورت ہو صفائی کا تقاضا ہے کہ اسی سے صاف کیا جائے۔ صفائی کے لیے، جیسا کہ عرض کیا جا چکا اشنان اور صابن کا استعمال بھی جائز ہے۔ اس پر مزید بحث آگے

---

[1] فتح الباری: ۵۷۹/۹

آرہی ہے۔

دو دو کھجوریں ایک ساتھ نہ کھائی جائیں

کھجور اہلِ عرب کی غذا میں شامل تھی۔ ہدایت ہے کہ اس کے کھانے میں ساتھیوں کا خیال رکھا جائے۔ یہ نہ ہو کہ سب تو ایک ایک کھجور کھائیں اور ان ہی میں کا ایک فرد دو دو کھجور کھاتا چلا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے۔

نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ
ان یقرن الرجل بین التمرتین	آدمی ایک ساتھ دو دو کھجور ملا کر کھائے
جمیعا حتی یستاذن	جب تک کہ اس کے ساتھی اسے اس
اصحابہ[1]	کی اجازت نہ دے دیں۔

حدیث میں قِران کا لفظ آیا ہے۔ اس کے معنی جوڑنے اور ملانے کے ہیں یہاں دو دو کھجور ملا کر کھانے کا ذکر ہے۔ ساتھیوں کی اجازت کے بغیر اس طرح کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہی حکم ان تمام پھلوں اور میووں کا ہوگا جو ایک لقمہ میں دو دو کھائے جا سکتے ہیں۔ جیسے تخم بادام مغز اخروٹ اور منقہ وغیرہ[2]

امام خطابی فرماتے ہیں کہ اس ممانعت کے پیچھے جو مقصد کارفرما ہے اور جو علت موجود ہے وہ سمجھ میں آرہی ہے۔ وہ یہ کہ اس کا تعلق اس وقت کی خاص صورتِ حال سے ہے۔ لوگ معاشی تنگی اور غذائی قلت سے دوچار تھے۔ غذائیں بہت کم تھیں لیکن ایثار کا جذبہ موجود تھا۔ تھوڑے سے کھانے میں بھی وہ دوسروں

---

[1] بخاری، کتاب الشرکۃ، باب القران فی التمرین الشرکا، حتی یستأذن اصحابہ۔ مسلم، کتاب الاشربہ، باب نہی الاکل مع جماعۃ عن قران تمرتین ونحوہما فی لقمۃ الا باذن اصحابہ۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ کہ ساتھیوں کی اجازت ہو تو دو دو کھجور کھائے بھی جا سکتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ہے لیکن یہ اور اسی طرح کی دوسری روایات میں صراحت ہے کہ یہ جملہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ہی کا حصہ ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ فتح الباری: ۹/ ۵۷۰-۵۷۱۔

[2] ملاحظہ ہو۔ فتح الباری: ۹/ ۵۷۲

کو ترجیح دیتے تھے۔ بعض اوقات کھانا بہت تھوڑا ہوتا اور مجلس میں ایسے افراد بھی ہوتے جو سخت بھوک سے دوچار ہوتے۔ وہ اس خیال سے کہ ان کی گرسنگی دور ہونے سے پہلے ہی کہیں کھانا ختم نہ ہو جائے دو دو کھجور ملا کر کھانے اور بڑے بڑے لقمے لینے لگتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں یہ ادب بتایا کہ ساتھیوں کی اجازت کے بغیر ایسا نہ کیا جائے تاکہ انھیں ناگواری نہ ہو اور وہ یہ محسوس نہ کریں کہ آدمی خود کو دوسروں پر ترجیح دے رہا ہے۔ لیکن آج یہ صورت حال نہیں ہے۔ اب وسعت اور فراخی حاصل ہے۔ لوگ جب جمع ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کو کھانے کی ترغیب دیتے اور آمادہ کرتے ہیں، اس لیے اب اجازت کی ضرورت نہیں رہی۔ ہاں اگر کبھی عسرت اور تنگی کی پہلی سی صورت حال پیدا ہو جائے تو پھر یہی حکم عود کر آئے گا۔[1]

امام نووی نے اس خیال سے اختلاف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس کا تعلق مخصوص حالات سے تھا۔ اگر یہ بات ثابت بھی ہو جائے تو حدیث کے الفاظ عام ہیں اس لیے حکم بھی کسی دور کے لیے مخصوص نہ ہوگا بلکہ ہر دور کے لیے ہوگا۔ البتہ حدیث میں جس حرکت سے منع کیا گیا ہے اس کی نوعیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اہلِ ظاہر کے نزدیک اس سے حرمت نکلتی ہے۔ دوسرے لوگ کہتے ہیں اس میں ایک ادب اور تہذیب کی تعلیم دی گئی ہے اس کی خلاف ورزی مکروہ ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں اس معاملہ میں کسی قدر تفصیل کی ضرورت ہے۔

اگر کھانے کی چیز مشترک ہو تو قِران حرام ہے۔ اِلّا یہ کہ سب کی رضامندی حاصل ہو۔ یہ صراحتاً بھی ہو سکتی ہے اور اس کا اظہار حالات و قرائن اور بے تکلفی اور محبت کے انداز سے بھی ہو سکتا ہے۔ بہر حال آدمی کو یقین یا ظن غالب حاصل ہونا چاہیے کہ کسی کو اس پر اعتراض نہیں ہے اور سب ہی کی طرف سے اجازت ہے۔ اگر کھانا اہلِ مجلس ہی میں سے کسی کی طرف سے ہو تو اس کی اجازت ضروری ہے۔ اسی طرح

---

[1] خطابی معالم السنن : ۴/۲۵۵-۲۵۶

اہل مجلس کے علاوہ باہر کے کسی شخص کی طرف سے ہو تو اس کی اجازت چاہیے۔ البتہ جس کا کھانا ہے اس کے لیے قِران ناجائز نہ ہوگا۔ کھانا کم ہو تو قِران نہیں ہونا چاہیے تاکہ سب ہی برابر فائدہ اٹھا سکیں، اگر زیادہ ہو کہ کھانے کے بعد بچ بھی سکتا ہو تو قِران میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کھانے میں ادب کا تقاضا یہ ہے کہ حرص وہوس کا مظاہرہ نہ ہو۔ ہاں اگر جلدی ہو یا کوئی ضروری کام درپیش ہو تو قِران ہو سکتا ہے[1]۔

حقیقت یہ ہے کہ حدیث کا ایک قانونی پہلو بھی ہے اور یہ ادب و اخلاق کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔ کھانے کی کوئی چیز مشترک ہو تو اسے عملاً سب کے درمیان مساوی تقسیم ہونا چاہیے۔ آدمی کو ایسا رویہ نہیں اختیار کرنا چاہیے جس سے دوسرے کا حق مارا جائے۔ یہ اس کے لیے ناجائز ہوگا۔ وہ اپنے حق سے زیادہ استفادہ اسی وقت کرسکتا ہے جب کہ شرکارِ مجلس کی طرف سے اس کی اجازت حاصل ہو۔ یہ قانونی پہلو ہے لیکن جہاں بے تکلفی کی مجلس ہو، کھانے کی چیزیں فراوانی سے موجود ہوں، کسی کا حصہ متعین نہ ہو بلکہ ہر ایک کو حسب خواہش کھانے کی اجازت ہو وہاں یہ قانونی بحث نہیں پیدا ہوتی۔ لیکن آدابِ مجلس کا خیال رکھنا ہوگا۔ کھانے میں بے صبری، حرص اور لالچ کا مظاہرہ آدمی کے وقار کو مجروح کرتا ہے، ساتھیوں کی نگاہ میں اس کی قدر وقیمت کم ہوتی ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ اس کے قانونی اور اخلاقی پہلوؤں کے علاوہ ایک طبی پہلو کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ دو دو کھجور کھانے میں، جب کہ ان میں گٹھلی موجود ہو آدمی احتیاط کے ساتھ چبا نہیں سکتا، اس سے مسوڑھوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس کے برخلاف ایک کھجور ہو تو اس کا اندیشہ کم ہو جاتا ہے[2]۔

کھانے کے بعد وضو

حدیث میں کھانے کے بعد بھی وضو کا ذکر ہے۔ اس ذیل میں ایک سوال یہ

---

[1] نووی: شرح مسلم جلد ۵ جز ۱۳ ص ۲۲۸۔ ۲۲۹

[2] حجۃ اللہ البالغہ ۲/ ۱۸۷

پیدا ہوا ہے کہ کیا پکی ہوئی غذاؤں کے استعمال سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کا تعلق بڑی حد تک صفائی ستھرائی سے بھی ہے اس لیے اس پر یہاں کسی قدر تفصیل سے بحث کی جا رہی ہے۔ اس مسئلہ میں روایات چونکہ مختلف ہیں اس وجہ سے علماء کے درمیان رایوں کا اختلاف بھی ہے[1]

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی غذا کے استعمال کے بعد وضو ضروری ہے۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں:۔

سمعت رسول الله	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
صلی الله علیه وسلم	وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جس چیز
یقول الوضوء مما مست	کو آگ نے مس کیا ہو (جو اس پر پکی ہو)
النار[2]	اس کے کھانے سے وضو (ضروری) ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

توضؤا مما مست	جس چیز کو آگ نے مس کیا ہو اس
النار[3]	کے استعمال کے بعد وضو کرو۔

یہی حدیث ان ہی الفاظ کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے بھی مروی ہے[4]

ان احادیث کی بنا پر حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت حسن بصری، امام زہری وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے[5]

---

[1] امام مسلم نے اس موضوع سے متعلق مختلف روایات جو ان کی شرائط پر پوری اترتی تھیں اپنی صحیح میں جمع کر دی ہیں۔ ملاحظہ ہو، صحیح مسلم، کتاب الحیض۔

[2] مسلم، کتاب الحیض، باب الوضوء مما مست النار [3] حوالۂ سابق

[4] حوالۂ سابق۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ جو چیز اللہ کی کتاب میں حلال ہے کیا اس کے کھانے پر مجھے اس لیے وضو کرنا ہوگا کہ وہ آگ پر پکی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے اس کے جواب میں اپنے ہاتھ میں کنکر لیے اور فرمایا میں ان کی تعداد کے برابر گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیز آگ پر پکے اس کے کھانے کے بعد وضو کرو۔ نسائی کتاب الطہارۃ۔ باب الوضوء مما غیرت النار۔

[5] نووی: شرح مسلم، ج ۲ جز ۴ ص ۴۳۔

بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کھانے کے بعد پہلے وضو ہی سے نماز پڑھی دوبارہ وضو نہیں فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے بکری کا شانہ تناول فرمایا۔ اس کے بعد نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہی کی ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے ٹھیک کر کے نماز کے لیے نکلے کہ اتنے میں گوشت اور روٹی کا تحفہ پیش ہوا اس سے تین لقمے آپ نے لیے پھر لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی لیکن پانی کو ہاتھ نہیں لگایا۔

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر شانہ کا گوشت کھایا۔ اس کے بعد نماز پڑھی لیکن وضو نہیں فرمایا[3]

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کلیجی بھونا کرتا، آپ اس کو کھا کر نماز پڑھتے اور وضو نہیں فرماتے تھے[4]

علامہ بغوی فرماتے ہیں خلفائے راشدین، صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے اکثر اصحاب علم کی یہی رائے ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو لازم نہیں آتا[5]

علامہ نووی کے بقول سلف و خلف کے علماء کی اکثریت اسی مسلک کی قائل ہے۔ انھوں نے اس کے قائلین میں خلفاء راشدین کے ساتھ بعض اور اکابر کا بھی نام لیا ہے ان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں جنھوں نے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کی حدیث روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہی جمہور تابعین، ائمہ

---

[1] مسلم، کتاب الحیض، باب الوضوء مما مست النار۔ ابوداؤد، کی روایت میں ہے کہ گوشت کھانے کے بعد کمبل سے جو آپ کے نیچے تھا، ہاتھ صاف کیا اور نماز پڑھی۔ کتاب الطہارہ، باب فی ترک الوضوء مما مست النار۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے پانی استعمال نہیں فرمایا اور کپڑے سے ہاتھ صاف فرمایا۔ جن روایتوں میں پانی کے عدم استعمال کا ذکر ہے جیسا کہ عرض کیا جا چکا انھیں اسی پر محمول کرنا چاہیے کہ ہاتھ زیادہ آلودہ نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے پانی کی ضرورت نہیں محسوس فرمائی۔ [2] مسلم، کتاب الحیض، باب الوضوء مما مست النار۔

[3] حوالہ سابق [4] حوالہ سابق

[5] بغوی، شرح السنۃ: ۱/۳۴۷

اربعہ، اسحٰق بن راہویہ، یحیٰ بن یحیٰ، ابوثور وغیرہ کی بھی رائے ہے[۱]

جن احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان کا جواب جمہور نے یہ دیا ہے کہ یہ منسوخ ہے۔ اس کا ثبوت خود احادیث سے ملتا ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:-

کان اٰخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک الوضوء مما غیرت النار[۲]	آپ نے (وضو کیا بھی، نہیں بھی کیا، لیکن ان) دونوں میں آپ کا آخری عمل (اس چیز کے کھانے سے) وضو نہ کرنا ہے جس کی شکل آگ نے بدل دی ہو۔

اس سے صاف واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں تو پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کا حکم دیا تھا لیکن بعد میں اسے ضروری نہیں قرار دیا۔ اب یہ اجازت ہے کہ آدمی چاہے وضو کرے یا نہ کرے، اس کے خلاف بھی ایک روایت ہے جس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ کا آخری حکم کھانے کے بعد وضو کا تھا لیکن اس کے مقابلہ میں حضرت جابرؓ کی روایت زیادہ صحیح ہے اس لیے اسے ترجیح

---

[۱] نووی: شرح مسلم ج ۲ جزء ۴ ص ۴۳

[۲] ابوداؤد، کتاب الطہارہ، باب فی ترک الوضوء مما مست النار۔ نسائی، کتاب الطہارہ، باب ترک الوضوء مما غیرت النار۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں یہ مختصر روایت ہے۔ تفصیل دوسری روایت میں اس طرح بیان ہوئی ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میں نے گوشت اور روٹی پیش کی۔ آپ نے تناول فرمائی۔ پھر پانی طلب کیا، وضو فرمایا اور ظہر کی نماز ادا کی پھر جو کھانا رہ گیا تھا وہ طلب فرمایا۔ اس کے بعد نماز پڑھی لیکن وضو نہیں فرمایا۔ (ابوداؤد حوالہ سابق) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابرؓ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پہلے وضو ضروری قرار دیا گیا تھا بعد میں ضروری نہیں رہا۔ بلکہ یہ ایک ہی واقعہ ہے اس میں دو طرح کے عمل آپ سے دیکھے گئے۔ آپ نے کھانے کے بعد پہلی مرتبہ وضو فرمایا، دوسری مرتبہ وضو نہیں فرمایا اسے ایک ہی واقعہ ماننے کے بعد یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ پہلی مرتبہ آپ نے وضو اس لیے فرمایا کہ وضو نہیں تھا۔ دوسری مرتبہ وضو اس لیے نہیں فرمایا کہ پہلے سے وضو تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے وضو یہ بتانے کے لیے کیا ہو کہ یہ مستحب ہے۔ دوسری مرتبہ وضو نہ کر کے یہ بتایا کہ وضو ضروری نہیں ہے۔

دی گئی ہے۔[۱]

دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وضو سے یہاں لغوی وضو مراد ہے شرعی وضو نہیں۔ لغت میں موٗنہ ہاتھ دھونے کو وضو کہا جاتا ہے۔[۲] اسی معنیٰ میں حضرت قتادہ کا قول ہے۔

من غسل یدیہ فقد	جس نے اپنے دونوں ہاتھ دھولیے
توضأ[۳]	اس نے وضو کرلیا۔

بیضاوی کہتے ہیں لغت میں وضو کے معنی نظافت کے ہیں۔ اس میں محض اعضاء کا دھونا اور پاک صاف کرنا آتا ہے۔ شریعت میں اس کا ایک خاص مفہوم ہے۔ جن احادیث میں کھانے کے بعد وضو کا حکم ہے ان میں ہاتھ کا دھونا مراد ہے تاکہ جو چکنائی لگی ہے وہ ختم ہوجائے۔[۴]

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں جو اختلاف تھا وہ دور اول میں تھا۔ بعد میں اجماع ہوگیا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو لازم نہیں آتا۔[۵]

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بکری کے گوشت اور اونٹ کے گوشت کے استعمال میں فرق ہے۔ حضرت جابر بن سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا بکری کا گوشت کھانے کے بعد ہم وضو کریں؟ آپ نے فرمایا تمہارا جی چاہے وضو کرو، جی چاہے نہ کرو۔ پھر اس نے

۱۔ حضرت عائشہؓ کی روایت کے جواب میں ایک بات یہ بھی کہی جا سکتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی جن روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو نہیں فرمایا، ان کو ناسخ سمجھا جائے گا، اس لیے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا شمار اصاغر صحابہ میں ہوتا ہے۔ انھیں رسول اللہؐ کی صحبت آپ کی زندگی کے آخری دور میں حاصل ہوئی ان کی روایت آپ کے آخری عمل کی روایت ہے۔ لیکن یہ کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے اس لیے کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ان میں سے کون سی روایت مقدم ہے اور کون سی موٗخر۔ اس کے لیے محض صحابی کا بعد میں فیض اٹھانا کافی نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو، مناوی: فیض القدیر: ۲۷۵/۳

۲۔ نووی: شرح مسلم ج ۲ جزء ۴ ص ۴۳ ۳۔ بغوی: شرح السنۃ: ۳۵۰/۱

۴۔ مناوی: فیض القدیر: ۲۷۵/۳ ۵۔ نووی: شرح مسلم ج ۲ جزء ۴ ص ۴۳

سوال کیا کہ کیا اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا جائے؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرو[1]

اسی مفہوم کی ایک اور روایت حضرت براء بن عازبؓ سے بھی آتی ہے[2]۔

جمہور کی رائے اونٹ کے گوشت کے بارے میں بھی یہی ہے کہ اس کے استعمال سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ یہاں وضو سے مراد مونھ اور ہاتھ کا دھونا ہے۔ اونٹ کے گوشت کا خاص طور پر اس لیے ذکر کیا گیا کہ اس میں زیادہ چکنائی ہوتی ہے۔ لیکن مذکورہ بالا احادیث کی بنیاد پر امام احمد، اسحاق بن راہویہ اور بعض اصحاب کے نزدیک بکری اور اونٹ کے گوشت میں فرق ہے۔ بکری کے گوشت سے تو وضو نہیں ٹوٹتا البتہ اونٹ کے گوشت سے ٹوٹ جاتا ہے[3] امام نووی فرماتے ہیں۔

ھٰذا المذھب اقوی	یہ مسلک دلیل کے لحاظ سے
دلیلا و ان کان الجمھور	زیادہ قوی ہے گو کہ جمہور کی رائے
علی خلافہ۔	اس کے خلاف ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ حضرت جابرؓ کی روایت جس میں کہا گیا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہ تھا کہ آپ نے وضو نہیں کیا، اس سے ایک عام حکم نکلتا ہے جب کہ یہاں خاص طور پر اونٹ کے گوشت کے بارے میں ایک بات کہی گئی ہے۔ خاص حکم عام حکم پر ہمیشہ مقدم ہوتا ہے[4]

متاخرین میں قاضی شوکانی ان حضرات کے ہم خیال ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ نماز کے لیے

---

[1] مسلم، کتاب الطہارہ، باب الوضوء من لحوم الابل

[2] ابوداؤد، کتاب الطہارہ، باب الوضوء من لحوم الابل۔ ترمذی، کتاب الطہارہ، باب ماجاء فی الوضوء من لحوم الابل۔

[3] بغوی: شرح السنۃ: ۱/۳۴۹-۳۵۰

[4] نووی: شرح مسلم ج ۲ جزء ۴ ص ۴۹

ازسر نو وضو کرنا ہوگا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ حکم قولی احادیث سے ثابت ہے۔ یعنی آپ نے یہ فرمایا ہے کہ وضو کرو۔ اس کے برعکس جن احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وضو ضروری نہیں ہے وہ فعلی احادیث ہیں یعنی آپ کے عمل سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ یہ قاعدہ ہے کہ قولی وعملی احادیث میں تعارض ہو تو قولی احادیث کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ اس سے صرف بکری کا گوشت مستثنیٰ ہوگا۔ اس لیے کہ اس کے بارے میں صریح روایات موجود ہیں۔ باقی رہا یہ کہنا کہ وضو سے موٹھ ہاتھ دھونا مراد ہے۔ بالکل غلط ہے اس لیے کہ وضو اب ایک شرعی اصطلاح ہے۔ اس کا مطلب وہی ہے جو شریعت نے بتایا ہے۔ موٹھ ہاتھ دھونے کو وضو نہیں کہا جاتا۔[1]

اس سلسلہ کی ایک رائے یہ ہے کہ پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو مستحب ہے ضروری نہیں ہے۔ اس طرح جن احادیث میں وضو کا حکم ہے اور جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے وضو نہیں کیا ہے تطبیق پیدا ہو جاتی ہے۔ علامہ خطابی کی یہی رائے ہے۔ وہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی ایک روایت کے ذیل میں، جس میں عدم وضو کا ذکر ہے، فرماتے ہیں۔

وفی الخبر دلیل علی ان الامر بالوضوء مما غیرت النار استحباب لا امر ایجاب[2]	حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جس چیز کی ہیئت آگ نے بدل دی ہو اس کے کھانے کے بعد وضو کا حکم استحباب کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں ہے۔

یہی رائے مجدالدین عبدالسلام ابن تیمیہ کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

ھذہ النصوص انما تنفی الایجاب لا الاستحباب	ان نصوص سے وجوب کی نفی ہوتی ہے، استحباب کی نہیں اسی لیے آپ

---

[1] نیل الاوطار: ۱/ ۲۵۲-۲۵۳۔ نیز ملاحظہ ہو ص ۲۶۲

[2] معالم السنن: ۱/ ۶۹

ولہٰذا قال للذی سألہ أنتوضأ من لحوم الغنم قال إن شئت فتوضأ وإن شئت فلا تتوضأ ولولا أن الوضوء من ذلک مستحب لما أذن فیہ لأنہ إسراف وتضییع للماء بغیر فائدۃ[1]

نے اس شخص کو جس نے سوال کیا کہ بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا جائے یا نہ کیا جائے؟ جواب دیا کہ چاہو تو وضو کرو اور چاہو تو نہ کرو۔ اگر وضو مستحب نہ ہوتا تو آپ وضو کی اجازت ہی نہ دیتے، اس لیے کہ اس میں اسراف اور بے فائدہ پانی کا ضیاع ہے۔

اگر کھانے کے بعد وضو کو مستحب بھی مان لیا جائے تو یہ صفائی اور نظافت کے ساتھ ایک کارِ ثواب بھی ہوگا۔ اس کا اہتمام کر کے یہ دونوں مقاصد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

اس بحث کا تعلق اس سے ہے کہ کھانے کے بعد نماز کے لیے نیا وضو ہوگا یا نہیں؟ اس سے ہٹ کر جہاں تک کلی کرنے یا مونھ صاف کرنے کا تعلق ہے اس کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اسوۂ حسنہ سے ہمیں ملتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ استعمال کرنے کے بعد پانی طلب فرمایا، کلی کی اور ارشاد فرمایا۔ اس میں چکناہٹ ہوتی ہے[2]۔ (اس لیے مونھ کی صفائی ہونی چاہیے۔)

موطا کی روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے روٹی اور گوشت کھایا، پھر کلی کی، دونوں ہاتھ دھوئے اور انھیں اپنے چہرے پر پھیر لیا[3]۔

اس سے کھانے کے بعد صفائی کے اہتمام کا اندازہ ہوتا ہے، اس لیے کہ جب تک ہاتھ پوری طرح صاف نہ ہوں کوئی صاحبِ ذوق انھیں چہرے پر پھیر نہیں سکتا۔

---

[1] منتقی الاخبار مع شرحہ نیل الاوطار: ۱/۲۶۴

[2] بخاری، کتاب الوضوء، باب ہل یمضمض من اللبن۔ مسلم، کتاب الحیض، باب الوضوء مما مست النار۔

[3] موطأ امام مالک، کتاب الطہارۃ، باب ترک الوضوء مما مست النار۔

ایسی غذا کے استعمال کے بعد بھی کلی کا ثبوت ہے جس میں چکنائی نہیں ہوتی۔ حضرت سوید بن نعمانؓ خیبر کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد صحابہؓ سے فرمایا کہ اپنے پاس جو توشہ ہو لے آئیں۔ اس وقت صرف ستو ہی تھا وہی لایا گیا۔ اسے بھگویا گیا۔ آپ نے وہی تناول فرمایا اور ہم نے بھی وہی کھایا۔ پھر آپ مغرب کی نماز کے لیے تیار ہوئے۔ آپ نے کلی کی تو ہم نے بھی کلی کی اس کے بعد نماز پڑھی۔ وضو نہیں فرمایا[1]

امام نووی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کے ذیل میں، جس میں دودھ کے استعمال کے بعد کلی کا ذکر ہے، فرماتے ہیں۔

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ دودھ استعمال کرنے کے بعد کلی کرنا مستحب ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ دودھ کے علاوہ اور ماکولات و مشروبات کا بھی یہی حکم ہے۔ ان میں بھی کلی کرنا مستحب ہے تاکہ مونھ میں غذا کے ریزے نہ رہ جائیں اور نماز میں انھیں نگلنا نہ پڑے اور موتھ صاف رہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا مستحب ہے یا نہیں؟ بظاہر کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا مستحب ہے اِلّا یہ کہ یہ یقین ہو کہ ہاتھ پاک ہے اور کوئی میل کچیل اس پر نہیں ہے۔ کھانے کے بعد بھی ہاتھ دھونا مستحب ہے۔ ہاں اگر ہاتھ پر کھانے کا اثر نہ ہو، جیسے کھانا خشک ہو اور ہاتھ کو نہ لگے تو اس کا حکم مختلف ہوگا۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ کھانے کے لیے ہاتھ دھونا اس وقت مستحب ہوگا جب کہ کھانے سے پہلے ہاتھ پر گندگی یا کھانے کے بعد بو محسوس ہو[2]

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ دھونے یا نہ دھونے کا تعلق اس بات سے ہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ پاک صاف ہے یا نہیں اور کھانے کے بعد اس کے اثرات باقی ہیں یا نہیں؟ صفائی ہر حال میں مستحب ہے کھانے سے پہلے بھی اور کھانے کے بعد بھی۔

---

[1] بخاری، کتاب الوضوء، باب من مضمض من السویق ولم یتوضأ۔ نسائی، کتاب الطہارۃ، باب المضمضۃ من السویق۔

[2] نووی: شرح مسلم ج ۲ جزء ۴ ص ۴۶

ہماری انگریزی مطبوعات

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی نے تحریکی ضرورتوں کے پیش نظر متعدد اہم تصانیف کو انگریزی زبان کا قالب عطا کیا ہے۔ ضرورت ہے کہ وہ تحریکی حلقے جو انگریزی زبان میں لٹریچر کی ضرورت محسوس کرتے ہیں وہ ان سے استفادہ کریں۔

1. How to study Islam P.20 Rs.3/-
   By Maulana Sadruddin Islahi

2. Muslims & Dawah of Islam P.28 Rs. 2/-
   By Maulana Sadruddin Islahi

3. Pitfalls on the Path of Islamic Movement P.34. Rs.4/-
   By Maulana Sadurddin Islahi

4. The Islamic Economic Order P.50
   By Maulana Sadruddin Islahi Rs.5/-

5. Islam The Religion of Dawah P.34
   By Maulana S. Jalaluddin Umri Rs. 2/50

6. Islam the Unity of Mankind P.30
   By Maulana S. Jalaluddin Umri Rs. 3/-

7. Islam The Universal Truth P.22
   By Maulana Syed Jalaluddin Umri Rs.3/-

8. Women & Islam P.104
   By Maulana Syed Jalaluddin Umri Rs. 25/-

ان کے علاوہ انگریزی اور ہندی زبان میں مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی سے شائع شدہ تمام ہی کتب یہاں سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

منیجر مکتبہ تحقیق وتصنیف اسلامی
پان والی کوٹھی دودھپور علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱